

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة المائدة

(۱۹)

(گذشتہ سے پیوستہ)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، لِيُذَكِّرَكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ
وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ، فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ

۳۔ ایمان والو، اللہ کسی ایسے شکار کے ذریعے سے تمہیں آزمائش میں ڈالے گا جو تمہارے ہاتھوں
اور نیزوں کی زد میں ہو گا تاکہ اللہ دیکھ لے کہ تم میں سے کون بن دیکھے اُس سے ڈرتا ہے (اور کون نہیں

۲۰۵۔ یہ تیسرے سوال کا جواب ہے۔ احرام کی حالت میں اچانک کوئی شکار نظر آجانے سے جو آزمائش، بالخصوص
عرب کے لوگوں کو پیش آسکتی تھی، اُس سے آگاہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان و تقویٰ کو جانچنا چاہتا ہے، اس
لیے خبردار رہو، سبت کے دن جس طرح مچھلیاں دریا سے سر اٹھا اٹھا کر بنی اسرائیل کو دعوت شکار دیتی تھیں، وہی
صورت تمہیں بھی پیش آسکتی ہے۔ یہ تشبیہ جس اہمیت کی حامل ہے، استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس کے بعض
پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”اس تشبیہ کی اہمیت اچھی طرح سمجھنے کے لیے چند باتیں ذہن میں متحضر کر لیجیے۔ ایک تو یہ کہ شکار بجائے خود بڑی
رغبت کی چیز ہے، بالخصوص اہل عرب کے لیے جن کی تفریح اور معاش، دونوں چیزوں کا انحصار بڑی حد تک اُس
زمانے میں شکار ہی پر تھا۔ دوسری یہ کہ جب کسی مرغوب چیز پر کوئی پابندی عائد ہو جائے تو اُس کی رغبت اور زیادہ
قوی ہو جاتی ہے۔ عربی میں مثل ہے: ’الانسان حریص علی ما منع‘ انسان جس چیز سے روک دیا جائے،

الْيَوْمَ ﴿٩٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ، وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعْمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدِيًّا بَلِغَ الْكَعْبَةِ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهِ، عَفَا اللَّهُ عَمَّا سَلَفَ، وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ، وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٩٥﴾

۲۰۷ (ڈرتا)۔ پھر جس نے اس تہنیہ کے بعد بھی اللہ کے مقرر کیے ہوئے حدود سے تجاوز کیا، اُس کے لیے ایک دردناک سزا ہے۔ ایمان والو، احرام کی حالت میں شکار نہ مارو، (یہ ممنوع ہے) اور (یاد رکھو کہ) تم میں سے جس نے جاننے بوجھتے اُسے مارا، اُس کا بدلہ (تمہارے مویشی میں سے) اُسی کے ہم پلہ کوئی جانور ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے۔ یہ نیاز کی حیثیت سے کعبہ پہنچایا جائے گا، یا نہیں تو اس گناہ کے کفارے میں مسکینوں کو کھانا کھلانا ہو گا یا اسی کے برابر روزے رکھنا ہوں گے تاکہ وہ اپنے کیے کی سزا چکھے۔ اس سے پہلے جو کچھ ہو چکا، اُسے اللہ نے معاف کر دیا ہے، لیکن اب اگر کسی نے اُسے دہرایا تو اللہ اُس سے بدلہ لے گا۔ اللہ زبردست ہے، وہ بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ ۲۰۸

اُس کا بڑا حریص ہو جایا کرتا ہے۔ اس حرص کا نفسیاتی اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہراہر نظر آتا ہے، اسی طرح اُس کو بھی ہر جگہ وہی چیز نظر آتی ہے جس سے وہ اپنے کو محروم پاتا ہے۔ تیسری یہ کہ یہ مناہی جب اصلاً امتحان کے لیے ہوئی ہے تو بعد نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے مواقع پیدا فرمائے کہ اس امتحان کا مقصد پورا ہو۔“ (تدبر قرآن ۲/۵۹۴)

۲۰۶ اصل میں بُشْسِيٌّ مِّنَ الصَّيْدِ کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں بُشْسِيٌّ کا لفظ، بالخصوص اس کی تکمیل اشارہ کرتی ہے کہ ہر چند یہ آزمائش پیش آئے گی، مگر یہ بہت سخت نہیں، بلکہ ہلکی ہوگی۔

۲۰۷ اس سے واضح ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کی حرمت کا حکم اپنی نوعیت کے لحاظ سے ابتلا کے احکام میں سے ہے، یعنی وہ احکام جو محض بندوں کی وفاداری کا امتحان کرنے کے لیے دیے جاتے ہیں۔ بندوں کے مصالح کے نقطہ نظر سے وہ چونکہ بے حکمت نظر آتے ہیں، اس لیے خدا کو بن دیکھے ماننے اور اُس سے بن دیکھے ڈرنے والوں کو دوسروں سے الگ کر دینے کے لیے ایک کسوٹی بن جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ یہ آزمائش اس لیے پیش آئے گی کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو میز کر لے جو غیب میں رہتے ہوئے اُس سے ڈرتے ہیں۔

أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ، وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا، وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩٦﴾ جَعَلَ اللَّهُ الْكُفَّةَ

تمھارے لیے دریا کا شکار اور اُس کا کھانا جائز ہے، تمھارے اور تمھارے قافلوں کے زادراہ کے لیے۔
جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، خشکی کا شکار، البتہ حرام کیا گیا ہے۔ (اس کے قریب نہ جاؤ) اور اللہ
سے ڈرتے رہو جس کے حضور میں تم سب حاضر کیے جاؤ گے۔ اللہ نے حرمت والے گھر، کعبہ کو لوگوں

۲۰۸ یہ تشبیہ نہایت سخت ہے۔ ابتلا کے احکام چونکہ بندوں کی وفاداری کا امتحان ہوتے ہیں، اس لیے اُن کی
خلاف ورزی یا اُن سے بے پروائی کی سزا بھی نہایت سخت ہوتی ہے۔ خدا کے ماننے والوں کو اس پر ہمیشہ متنبہ رہنا
چاہیے۔

۲۰۹ اس پورے حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ حالت احرام میں شکار کی ممانعت صرف خشکی کے جانوروں کے لیے ہے،
دریائی جانوروں کا شکار کرنا یا دوسروں کا کھانا ہو خشکی کا شکار کھالینا، دونوں جائز ہیں۔ دریائی جانوروں کے معاملے
میں یہ رخصت اس لیے دی گئی ہے کہ خشکی کے سفر میں اگر زادراہ تھڑ جائے تو اُسے کسی نہ کسی طرح حاصل کیا جاسکتا ہے،
لیکن دریائی سفر میں اس طرح کے موقعوں پر شکار کے سوا کوئی دوسرا راستہ باقی نہیں رہتا۔ تاہم اس کے یہ معنی نہیں
ہیں کہ لوگ اس رخصت سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ خشکی کا شکار ہر حال میں ممنوع ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص
جاننے بوجھتے اس گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اُسے کفارہ ادا کرنا چاہیے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

جس طرح کا جانور شکار کیا گیا ہے، اُسی قبیل کا کوئی جانور گھریلو چوپایوں میں سے قربانی کے لیے بیت اللہ بھیجا
جائے۔

اگر یہ ممکن نہ ہو تو اُس جانور کی قیمت کی نسبت سے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے۔

یہ بھی دشوار ہو تو اتنے روزے رکھے جائیں، جتنے مسکینوں کو کھانا کھلانا کسی شخص پر عائد ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ جانوروں کا بدل کیا ہے یا اگر جانور کی قربانی متعذر ہے تو اُس کی قیمت کیا ہوگی یا اُس کے بدلے
میں کتنے مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا یا کتنے روزے رکھے جائیں گے تو اس کا فیصلہ مسلمانوں میں سے دو ثقہ آدمی
کریں گے تاکہ جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے اپنے نفس کی جانب داری کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔

الْبَيْتِ الْحَرَامِ قِيَمًا لِلنَّاسِ، وَالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيِ وَالْقَلَائِدِ. ذَلِكَ لَتَعْلَمُوا
 أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ، وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٩٤﴾
 اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ، وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
 الْبَلْغُ، وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ﴿٩٩﴾ قُلْ: لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ

کے لیے مرکز بنایا ہے اور حرمت کے مہینوں^{۲۱۰}، قربانی کے جانوروں اور ان سب جانوروں کو شیعہ ٹھیرا دیا
 ہے جن کے گلے میں (نذر کی علامت کے طور پر) پٹے ڈال دیے گئے ہوں۔ یہ اس لیے (شیعہ
 ٹھیرائے گئے ہیں) کہ تم پر واضح رہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ زمین و آسمان میں ہے اور وہ ہر چیز سے
 واقف ہے۔^{۲۱۳} خبردار ہو جاؤ، اللہ سخت سزا دینے والا بھی ہے اور بڑا بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔ پیغمبر پر
 تو صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو۔ کہہ دو

۲۱۰ اصل میں لفظ قِيَمًا لِلنَّاسِ، آیا ہے۔ سورہ بقرہ (۲) کی آیت ۱۲۵ میں یہی مفہوم لفظ 'مثابہ' سے ادا کیا گیا
 ہے، یعنی ایک ایسی جگہ جو لوگوں، بالخصوص ذریت ابراہیم کے لیے اسی طرح دینی سیادت کا مرکز ہے، جس طرح
 مختلف قوموں کے دار الحکومت ان کی سیاسی قیادت کا مرکز ہوتے ہیں۔

۲۱۱ اصل میں الشَّهْرَ الْحَرَامِ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس سے مراد یہاں کوئی مخصوص مہینا نہیں، بلکہ
 تمام اشہر حرم کے لیے یہ لفظ ایک اسم جنس کے طور پر آیا ہے۔

۲۱۲ لفظ شعائر اس جملے میں حذف ہے، اس لیے کہ سیاق کلام سے یہ صاف واضح ہو جاتا ہے۔
 ۲۱۳ آیت میں جن شعائر کا ذکر ہوا ہے، وہ نذر کی تمثیل ہیں۔ انسان جب اس تمثیل کا حصہ بن کر بیت الحرام کا
 سفر کرتا ہے تو قدم قدم پر جس حقیقت کی یاد دہانی حاصل کرتا ہے، وہ یہی ہے کہ اللہ علیم وخبیر ہے اور وہ زمین و آسمان کی
 ہر چیز کو جانتا ہے۔ تمام خشیت و تقویٰ اسی سے پیدا ہوتا ہے اور یہی ایمان و اسلام کی روح ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کو فعلاً بھی بیان کیا ہے اور صفتاً بھی، اس لیے کہ خدا کا علم ماضی، حاضر، مستقبل،

ظاہر، باطن، غائب، موجود، مضمحل، سب پر محیط ہے اور انسان کا خدا کے علم کے متعلق یہی عقیدہ ہے جو اس کے اندر

خشیت بالغیب پیدا کرتا ہے۔“ (تذبرقرآن ۲/۵۹۸)

وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ، فَاتَّقُوا اللَّهَ، يَا أُولِي الْأَلْبَابِ، لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۰﴾

کہ پاک اور ناپاک، دونوں یکساں نہیں ہیں، اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو۔ سو اللہ سے ڈرتے رہو، عقل والو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔ ۲۱۴-۹۴-۱۰۰

۲۱۴ یہ تنبیہ کے بعد تنبیہ کا اسلوب جس چیز کو واضح کرتا ہے، وہ یہ ہے کہ جب اللہ ہر چیز کو جانتا ہے تو خبردار رہو، تمہارا کوئی عمل بھی اُس سے پوشیدہ نہ رہے گا اور وہ جس طرح بخشنے والا اور مہربان ہے، اُسی طرح سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ ہمارے پیغمبر نے یہ حقیقت تم پر واضح کر دی ہے۔ اب آگے تمہاری ذمہ داری ہے۔ یاد رکھو، خدا خیر مطلق اور سراپا حق و عدل ہے۔ وہ برائی اور بھلائی کے ساتھ یکساں معاملہ نہیں کر سکتا۔ یہ ممکن ہے کہ برائی کی کثرت تمہیں فریفتہ کر لے، مگر خدا کے ہاں یہ کثرت کوئی وزن نہیں رکھتی۔ وہ صرف پاکیزگی کو قبول کرے گا اور اُس کے حضور میں وہی لوگ فلاح پائیں گے جو نیکی اور خیر کو اختیار کریں۔ علم و عمل کی ناپاکی اور خباثت کے لیے اُس کے ہاں دوزخ کی آگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

[باقی]